مدارجِ اعمال اور نصرتِ دین

مکتوبات مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ

مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ (۹۷۱ھ - ۱۰۳۴ھ) کے مکتوبات نے اپنے زمانہ سے لے کر آج تک، دُور دُور کے علاقوں میں، ہر شعبہ زندگی پر اور ہر قسم کے لوگوں پر بڑے گہرے اثرات ڈالے ہیں۔ ایک اہلِ علم کے الفاظ میں، ان میں "امت مسلمہ کی رہنمائی کے لیے وہ سامان موجود ہے، جس کی صدائے بازگشت نے گزشتہ تین چار صدیوں میں امت مصطفویہؐ کے حق میں میرکارواں کا کام انجام دیا ہے"۔ شیخ محمد اکرام لکھتے ہیں کہ "ہندوستان میں تصوف کی تھوڑی کتابوں کو وہ قدر و منزلت میسر آئی ہے، جو مکتوبات امام ربانی کو نصیب ہے۔ حضرت سرہندیؒ کی زندگی ہی میں ان کی نقلیں ہندوستان، اور ہندوستان سے باہر دوسرے ملکوں میں پھیل گئی تھیں، اور آج بھی ان کی مقبولیت میں کوئی کمی نہیں آئی"۔

یہ مکتوبات تین ضخیم جلدوں میں ہیں: جلد اول ۳۱۳ مکتوبات پر، جلد دوم ۹۹ مکتوبات پر، اور جلد سوم ۱۱۴ مکتوبات پر مشتمل ہے۔ ہم یہاں ۳ مکتوبات پیش کر رہے ہیں۔

آج کے دور کے لیے بھی، جب دنیا کے گوشہ گوشہ میں احیائے اسلام کی لہر اٹھ کھڑی ہوئی ہے، ان مکتوبات میں دین، شریعت، تزکیہ و تربیت، جہاد فی سبیل اللہ، احیائے سنت، اقامتِ دین اور ترویجِ شریعت کے بارہ میں بڑا فکرانگیز اور روح پرور سامان موجود ہے، امید ہے قارئین اس کو اپنی تربیت اور احیائے دین کی جدوجہد میں رہنمائی کے لیے مفید پائیں گے۔

○

شیخ نظام الدین فاروقی تھانیسریؒ کے نام

شیخ نظام الدینؒ (م ۱۰۳۵ھ) اپنے وقت کے اکابر میں تھے۔ جہانگیر کی ناراضگی کی وجہ سے آپ نے بلخ میں رہائش اختیار کر لی تھی۔ کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔ مجدد الف ثانی سے ان کے بہت گہرے تعلقات تھے۔

اللہ تعالیٰ سے قریب کرنے والے اعمال' یا فرائض ہیں یا نوافل۔ مگر نوافل کا فرائض کے مقابلے میں کوئی اعتبار نہیں۔ اپنے وقت پر کسی فرض کا ادا کرنا ہزار سالہ نوافل سے بہتر ہے' اگرچہ وہ نوافل بہ نیت خالص ادا کیے جائیں ـــــ کوئی بھی نفل ہو' نفلی نماز ہو' نفلی روزہ ہو' ذکر و فکر ہو' یا اس کے مثل ہو۔ بلکہ میں کہتا ہوں کہ کسی فرض کی ادائیگی کے وقت سنن میں سے کسی سنت کی رعایت کرنا بھی یہی حکم رکھتا ہے (یعنی ہزار سالہ نوافل سے بہتر ہے)۔

منقول ہے کہ ایک دن امیر المومنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نمازِ فجر جماعت سے ادا کرنے کے بعد مقتدیوں پر نظر دوڑائی۔ ایک شخص کو اصحاب میں سے موجود نہ پایا۔ دریافت فرمایا کہ فلاں صاحب جماعت میں نہیں آئے؟ حاضرین نے عرض کیا کہ وہ رات کے اکثر حصے میں (نفلی نماز ادا کرنے کی وجہ سے) بیدار رہتے ہیں' اس وقت ان کی آنکھ لگ گئی ہوگی۔ یہ سن کر حضرت فاروق اعظمؓ نے فرمایا کہ: اگر تمام رات وہ سوتے رہتے اور فجر کی نماز باجماعت ادا کر لیتے تو تمام رات جاگنے سے بہتر ہوتا۔

پس کسی سنت کی رعایت (فرائض میں) کرنا اور کسی مکروہ سے اجتناب کرنا ـــــ چاہے مکروہ تنزیہی کیوں نہ ہو' چہ جائیکہ مکروہ تحریمی ـــــ ذکر و فکر اور مراقبہ و توجہ سے بدرجہا بہتر ہے۔ ہاں اگر یہ اعمال کسی ادب کی رعایت اور کسی مکروہ سے اجتناب رکھتے ہوئے کیے جائیں تو عظیم الشان کامیابی کی بات ہے۔ ایک دانگ (چھ رتی وزن) زکوٰۃ کا' حساب کر کے' نکالنا' نفلی طریقے پر سونے کے بڑے بڑے پہاڑ خیرات کر دینے سے کہیں زیادہ افضل ہے۔ اور اس زکوٰۃ کے صدقہ کرنے میں کسی ادب (سنت) کا لحاظ رکھنا ـــــ مثلاً اس کو ایسے فقیر کو دینا جو عزیز قریب ہو ـــــ اور بھی زیادہ بہتر ہے۔

اسی لیے عشا کی نماز آدھی رات کے بعد پڑھنا' اور اس تاخیر کو قیامِ لیل (تہجد) کا ذریعہ بنانا' سخت مکروہ بات ہے۔ اس لیے کہ حنفیہ کے نزدیک اس وقت میں عشا کی نماز مکروہ ہے۔ ظاہر یہ ہے کہ اس کراہت سے کراہت تحریمی مراد ہے' کیونکہ حنفیہ نے نماز عشا کو نصف لیل تک مباح قرار دیا ہے' اور دوسرے نصف میں وہ اسے مکروہ کہتے ہیں۔ اور وہ مکروہ جو مقابل مباح ہو مکروہ تحریمی ہے۔ اور شافعیہ کے نزدیک تو نصف لیل کے بعد نماز عشا (بطور ادا) جائز ہی نہیں۔ اس لیے قیام لیل کے لیے' اور ذوق و یکسوئی کے حصول کے واسطے' نماز عشا میں تاخیر کرنا بہت ہی نازیبا بات ہے۔ تہجد کے حاصل کرنے کے لیے وتر کی تاخیر ہی کافی ہے' اور تاخیر وتر مستحب بھی ہے۔ وتر بھی (نصف لیل کے بعد) اچھے وقت ادا ہوتا ہے' اور قیامِ لیل' نیز سحر کے وقت بیداری

بھی میسر ہو جاتی ہے۔ الحاصل یہ عمل (تاخیر عشا) ترک کرنا چاہیے۔

...

طبقۂ صوفیا کے علوم "علومِ احوال" ہیں' مگر احوال اعمال کی میراث ہیں۔ "علومِ احوال" کی میراث اس شخص کو ملتی ہے جو اعمال کو درست کرے' اور اعمال کی تصحیح اس وقت میسر ہوتی ہے کہ اعمال کو پہچانے' اور ہر عمل کی کیفیت جانے۔

اس کا تعلق علمِ احکامِ شرعی سے ہے۔ نماز' روزہ اور تمام فرائض کا علم' نیز معاملات' مثلاً نکاح و طلاق اور بیع و شراء کا علم' اور ہر اس بات کا علم جس کو حق سبحانہ تعالیٰ نے واجب کیا ہے' ضروری ہے۔ اور یہ علوم اکتسابی ہیں' ان کے سیکھے بغیر چارہ نہیں۔

علم دو مجاہدوں کا تقاضا کرتا ہے۔ ایک مجاہدہ' علم کی طلب میں' اس کے حاصل ہونے سے پہلے۔ دوسرا مجاہدہ' علم کا (صحیح) استعمال' اس کے حاصل ہونے کے بعد۔ پس ضروری ہے کہ جس طرح جناب کی مجلس مبارک میں کتبِ تصوف کا مذاکرہ ہوتا ہے' کتب فقہ بھی مذاکرہ میں آئیں ——— کتب فقہ فارسی زبان میں بھی بہت سی ہیں' مثلاً مجموعہ خانی' عمدۃ الاسلام' اور کنزفارسی ——— بلکہ اگر کتبِ تصوف کا مذاکرہ نہ بھی ہو تو کوئی مضائقہ نہیں' کیونکہ تصوف کا تعلق احوال سے ہے' قال سے نہیں' اور کتب فقہ کا مذاکرہ نہ کرنا ضرر کا باعث ہو سکتا ہے۔

زیادہ کیا طول دوں۔ اس تھوڑی سی بات میں بہت کچھ ہے: غمِ دل تھوڑا سا تیرے سامنے بیان کیا ہے' کہ کہیں تیرا دل آزردہ نہ ہو جائے' ورنہ باتیں تو بہت سی ہیں۔

○

شیخ فرید بخاریؒ کے نام

نواب فرید مرتضیٰ خاں' اکبر کے دربار میں درجہ امارت پر پہنچے۔ جہانگیر بادشاہ ہوا' تو اس نے ان کے منصب میں اضافہ کیا' صاحب السیف و القلم کا خطاب دیا' پھر مرتضیٰ خاں کا لقب دیا۔ جہانگیر نے پہلے انھیں گجرات کا گورنر بنایا' جہاں انھوں نے ۳ سال حکومت کی۔ پھر پنجاب کا گورنر بنایا' جہاں وہ مدت العمر رہے۔ گجرات میں کئی عمارتیں ان کی یادگار ہیں۔ دہلی کے قریب فرید آباد انھی کا بسایا ہوا ہے۔ لاہور میں بھی ان کا آباد کیا ہوا ایک محلہ ہے اور ایک حمام۔ اپنے زمانہ میں سیاست' تدبر' سخاوت و کرم میں اپنی نظیر نہ رکھتے تھے۔ مجدد الف ثانیؒ کے ارادتمند تھے' جنھوں نے جہانگیر کے دربارِ شاہی کا رخ اسلام کی طرف موڑنے میں شیخ فرید سے بڑا کام لیا۔

اللہ تعالیٰ دشمنوں کے مقابلے میں آپ کی مدد کرے' بحرمت سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم۔

مرحمت نامہ گرامی جو فقرا کو بھیجا گیا تھا' اس کے مطالعہ سے مشرف ہوا۔ مولانا محمد قلیچ کے خط میں آپ نے لکھا تھا: "کچھ خرچ طالب علموں اور صوفیوں کے لیے بھیجا گیا"۔ اس عبارت میں طالب علموں کی تقدیم' صوفیوں پر بہت زیبا معلوم ہوئی ـــــ اَلظَّاہِرُ عُنْوَانُ الْبَاطِنِ (ظاہر باطن کا عنوان ہوتا ہے) کے اعتبار سے امید ہے کہ آپ کے باطن میں بھی علمِ دین کی جماعت تقدیم رکھتی ہوگی۔ کوزے سے وہی چیز ٹپکتی ہے جو اس میں ہوتی ہے۔

طالب علموں کے مقدم رکھنے میں شریعت کی ترویج پوشیدہ ہے۔ حاملانِ شریعت یہی لوگ ہیں' ملّتِ مصطفویہ' اسی جماعت کے ذریعے قائم ہے۔ قیامت میں شریعت کے متعلق سوال کیا جائے گا' تصوف کے متعلق نہیں۔ جنت کا داخلہ اور آتشِ دوزخ سے نجات' شریعت ہی کی پابندی سے وابستہ ہے۔

انبیا علیہم السلام' جو کہ بہترین کائنات ہیں' انھوں نے شرائع کی طرف دعوت دی ہے' اور مدارِ نجات اسی پر رکھا ہے۔ انبیا کی بعثت کا مقصد بھی تبلیغِ شرائع ہی ہے۔

پس سب سے بڑی نیکی ترویجِ شریعت میں سعی کرنا اور اس کے احکام میں سے کسی حکم کا زندہ کرنا ہے ۔ بالخصوص ایسے زمانے میں کہ شعائرِ اسلام منہدم ہو گئے ہوں۔ راہِ خدا میں کروڑوں روپیہ خرچ کرنا بھی مسائلِ شرعیہ میں سے کسی ایک مسئلہ کو رواج دینے کے برابر نہیں ہے۔ اس لیے کہ مسئلہ شرعی کے رواج دینے میں انبیا کی اقتدا اور پیروی اور ان کے کارِ تبلیغ میں مشارکت ہے۔ ظاہر ہے کہ وہ مخلوقات میں بزرگ ترین ہیں' اور کامل ترین حسنات انھیں کے لیے ثابت و مُسلّم ہیں۔ کروڑوں روپیہ خرچ کرنا تو انبیا کے علاوہ دوسروں کو بھی میسر ہو سکتا ہے۔ علاوہ ازیں ادائیگی شریعت میں نفس کی پوری پوری مخالفت ہوتی ہے' اس لیے کہ شریعت برخلاف نفس واقع ہوئی ہے۔ لیکن مال کے خرچ کرنے میں کبھی نفس موافقت بھی کر لیتا ہے۔

ہاں تائیدِ شریعت اور ترویجِ ملت کے لیے مال خرچ کرنا بہت بلند مرتبہ رکھتا ہے۔ ایک جیتل (پیسہ) کو ترویج و اشاعتِ دین کی نیت سے خرچ کرنا' بغیر نیت کے لاکھوں روپیہ خرچ کرنے کے برابر ہے۔ وہ شخص جس سے بہت سوں کی نجات وابستہ ہو' ظاہر ہے کہ اس شخص سے بہتر ہو گا جو اپنی نجات ہی کی فکر رکھتا ہو۔

البتہ وہ صوفی ـــــ جو "فنا و بقا" کے بعد اور سیر عن اللہ اور سیر باللہ کے مقام طے کرنے کے بعد' عالم میں گشت لگائے' دعوتِ خلق کی طرف متوجہ ہو کر مقامِ نبوت سے حصہ رکھتا ہو ـــــ مُبلّغانِ شریعت کے زمرہ میں داخل ہے' اور علمائے شریعت کا حکم رکھتا ہے۔ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ

یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ۝

○

شیخ فرید بخاریؒ کے نام

اللہ تعالٰی آپ کو جادۂ آبا کرام پر ثابت قدم رکھے۔

بادشاہ کی مثال عالم کے اندر ایسی ہے جیسا کہ دل بدن کے اندر ہے۔ اگر دل صحیح ہے تو بدن صحیح ہے' اور دل فاسد ہے تو بدن بھی فاسد ہے۔ بادشاہ کی درستی دراصل عالم کی درستی ہے' اور بادشاہ کا بگڑنا' عالم کا بگڑنا ہے۔

آپ واقف ہیں کہ دورِ ماضی (عہدِ اکبری) میں اہلِ اسلام پر کیا کچھ گزری ہے۔ اہلِ اسلام کی خرابی ابتدائے اسلام میں' باوجود انتہائی کس مپرسی کے' اس سے آگے نہ بڑھی تھی کہ مسلمان اپنے دین پر قائم رہیں اور غیر مسلم اپنے دین پر۔ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ سے یہ بات ظاہر ہے۔ مگر دورِ گزشتہ میں مخالفینِ اسلام کھلم کھلا اسلام میں احکامِ کفر جاری کرتے تھے' اور مسلمان احکامِ اسلام کے اظہار سے عاجز تھے۔ اگر اظہار کی جرأت کرتے تھے' قتل ہو جاتے تھے۔

واویلا' وامصیبتا' واحسرتا' واحزنا! حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم' جو کہ محبوبِ رب العالمین ہیں' ان کی تصدیق کرنے والے ذلیل و خوار تھے' اور ان کے منکر درجۂ عزت و اعتبار پر فائز تھے۔ مسلمان اپنے زخمی دلوں کے ساتھ غمگساریِ اسلام میں تھے' اور معاندین مذاق اور تمسخر سے ان کے زخموں پر نمک چھڑکتے تھے۔ آفتابِ ہدایت' ضلالت کے پردے میں چھپ گیا تھا' اور نورِ حق باطل کے حجاب میں یکسو ہو گیا تھا۔

اس زمانہ میں' کہ جب مانعِ دولتِ اسلام کے زائل ہونے کی خوشخبری اور بادشاہِ اسلام کے جلوس کا مژدہ ہر خاص و عام کے کان میں پہنچا ہے' اہلِ اسلام لازم جانتے ہیں کہ بادشاہ کے ممد معاون ہوں اور ترویجِ شریعت اور تقویتِ ملت کی راہ دکھائیں۔ یہ امداد و تقویت خواہ زبان سے ہو یا ہاتھ سے' بہرحال ہونی چاہیے۔ سب سے بڑی مدد مسائلِ شرعیہ کی وضاحت اور اظہارِ عقائدِ کلامیہ "بطور کتاب و سنت و اجماع" ہے' تاکہ کوئی بدعتی اور گمراہ درمیان میں آ کر دین کا راستہ نہ لوٹ سکے اور کام نہ بگڑے۔

یہ امداد ان علماء حق کے ساتھ مخصوص ہے جو کہ آخرت کی طرف رخ رکھتے ہیں۔ علماء دنیا جو کہ اپنا نصب العین صرف دنیا کو بنائے ہوئے ہیں' ان کی تو صحبت بھی زہرِ قاتل ہے' اور ان کا فساد' فسادِ متعدی ہے۔

عالم کہ کامرانی و تن پروری کند
او خویشتن گم است کرا رہبری کند

(جو عالم کہ کامرانی اور تن پروری کرتا ہے' وہ خود گمراہ ہے' کسی کی رہنمائی کیسے کر سکتا ہے ؟

زمانہ گزشتہ میں جو مصیبت اہلِ اسلام کے سر پر آئی وہ ان علماءِ سوء کی نحوست ہی کا کرشمہ تھا۔ بادشاہوں کو یہی علماءِ سوء راہِ راست سے ہٹا دیتے ہیں۔ ۷۲ فرقے جنھوں نے راہِ ضلالت اختیار کی' ان کے سربراہ اور سرغنہ یہی علماءِ سوء تھے۔ علماءِ سوء کے علاوہ جو بھی راہِ ضلالت پر چلا' اس کا بگاڑ بہت کم دوسروں تک متعدی ہے۔

اگر کوئی شخص' باوجود ہر قسم کی استطاعت و طاقت کے' نصرتِ دین میں کوتاہی کرے گا' اور اس کوتاہی کے نتیجہ میں کارخانۂ اسلام میں خلل واقع ہوگا' تو وہ کوتاہی کرنے والا اللہ کے عتاب میں مبتلا ہوگا۔ اس بنا پر یہ قلیل پونجی رکھنے والا بھی چاہتا ہے کہ اپنے آپ کو دولتِ اسلام کے معاونین کی جماعت میں رکھے' اور اس بارہ میں کچھ ہاتھ پاؤں مارے۔ "جو جس جماعت کی تعداد میں اضافہ کرے' وہ اسی میں سے ہے"۔ اس حدیث کی رو سے ممکن ہے کہ حق تعالیٰ اس بے استطاعت کو بھی معاونینِ اسلام کی جماعت کرام میں داخل کر دیں۔ اپنی مثال اس بڑھیا کی سی سمجھتا ہوں جس نے ایک سوت کی انٹیا لے کر خود کو حضرت یوسف علی نبینا وعلیہ السلام کے خریداروں کی فہرست میں شامل کر لیا تھا۔

امید ہے کہ عنقریب انشاء اللہ العزیز آپ سے ملاقات کا شرف حاصل کروں گا۔ آپ کی بلندیِ مرتبہ سے امید ہے کہ' جب کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے پوری طاقت دی ہے' اور بادشاہ کا قرب نصیب فرمایا ہے' تو خلوت و جلوت میں برابر ترویجِ شریعتِ محمدیؐ کے سلسلے میں کوشاں رہیں گے' اور مسلمانوں کو ذلت و خواری اور پستی سے نکالیں گے۔

(مکتوبات کا ترجمہ' مولانا نسیم احمد فریدی امروہیؒ کی "تجلیاتِ ربانی' ترجمہ و تلخیص مکتوبات حضرت مجدد الف ثانیؒ" (لکھنؤ)' سے معمولی تغیر و تبدل کے ساتھ اخذ کیا گیا ہے۔ مکتوب الیہم کے تعارف کے لیے بھی ہم نے بیشتر اسی کتاب پر انحصار کیا ہے۔)